اسلامی بینکاری و مالکاری نظام کا اجمالی خاکہ

اور

پاکستان میں اس کا نفاذ

محمد ایوب•

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس کی ہمہ گیر تعلیمات زندگی کے ہر پہلو یعنی عائلی، سماجی، معاشی اور سیاسی معاملات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ معاشیات ہمیشہ سے ہی نظام زندگی کا ایک اہم ترین شعبہ رہا ہے اور آج کے دور میں بینکاری معاشی نظام کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کے مالیاتی و مالکاری نظام کو بروئے کار لا کر ہم بڑھتی ہوئی طبقاتی کشمکش سے نجات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ امن و آشتی سے ترقی کی منزلیں طے کر سکتے ہیں۔ ملک میں اس کی ترویج کے لئے ضروری ہے کہ بینکار، کاروباری حضرات، صنعتکار اور بچت کنندگان اور سیاسی و مذہبی رہنماؤں سمیت تمام شعبہ ہائے حیات سے متعلق لوگ ربا کے مفہوم اور اسلامی معاشی و مالیاتی نظام کے نمایاں خدوخال سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس مختصر تحریر کا مقصد انہی خدوخال کا اجمالی بیان ہے۔

اسلامی بینکاری کا اصل عنصر مالیاتی لین دین کا ربا سے مبرّا ہونا ہے۔ قرآن پاک میں دیئے گئے اصول کے مطابق قرض یا دَین کے رأس المال پر قرض خواہ کی طرف سے لیا گیا کوئی بھی اضافہ ربا قرار پاتا ہے (۲:۲۷۹)۔ سرمائے کا معاوضہ اُس کی ملکیت کے ساتھ ساتھ اسکی کارکردگی سے منسلک کیا گیا ہے۔ اسلام کے معاشی اصولوں کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ انٹرسٹ کے ناجائز ہونے کے پیچھے اصل سبب وسائل کی غیر عادلانہ تقسیم یعنی Distributive Justice کا نہ ہونا ہے۔ ایسے نظام کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں جس میں سرمایہ سمٹ کر چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جائے۔ اسلامی دور میں صدیوں تک مشارکہ، مضاربہ اور دیگر طریقوں پر تجارت ہوتی رہی اور بگاڑ اُس وقت شروع ہوا جب سودی نظام کو معاشی و مالیاتی نظاموں کا اہم ترین عنصر بنایا گیا۔ انٹرسٹ پر مبنی نظام نے ناداروں اور امراء کے مابین جو وسیع خلیج پیدا کر دی ہے، اسلامی نظام اسے پاٹنے کا تقاضہ کرتا ہے۔ اسکے لئے تجارت کو نہ صرف جائز بلکہ ایک معزز پیشہ اور سود کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

انسان مختلف وسائل کو کام میں لا کر اپنی محنت سے پیداوار حاصل کرتا ہے، جسے متفرق عاملین پیدائش میں تقسیم کرنے کے لئے شریعت نے کچھ اصول متعین کئے ہیں۔ جسمانی محنت کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی کاروبار کا انتظام کرتا ہے تو اسلام اسے اس کی

• مصنف بینک دولت پاکستان کے شعبہ اسلامی بینکاری میں سینئر جوائنٹ ڈائریکٹر ھیں۔ یہ مضمون انھوں نے ذاتی حیثیت سے لکھا ھے۔

ذہنی کاوش اور انتظامی امور کے معاوضہ کا حق دیتا ہے۔کوئی شخص اگر کوئی کام اپنے ذمہ لیتا ہے تو اس کی بدولت بھی وہ معاوضے کا حق رکھتا ہے۔اس کے لئے شریعت نے **الخراج بالضمان** کا ایک بنیادی اصول وضع کیا ہے۔جو متفرق عاملین پیدائش میں پیداوار کی تقسیم کے عمل کیلئے ٹھوس بنیاد فراہم کرتا ہے۔اس طرح ضمان یعنی ذمہ داری لینا اور واجبات کو پورا کرنا بھی بالواسطہ طور پر ایک عامل پیدائش کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔نقدی و روپیہ پیسہ دولت کے معنوں میں تو سرمایہ ہے مگر پیداواری عمل میں اس کو عامل پیدائش صرف اُسی وقت شمار کیا جائے گا جب وہ entrepreneur کا کردار بھی ادا کرے اور نفع کے استحقاق کے ساتھ ساتھ نقصان کا ذمہ دار بھی بنے۔

سرمائے پر آمدن کے جواز اور عدمِ جواز کو سمجھنے کے لئے ہمیں قرض، بیع اور اجارہ جیسے عقود کے بنیادی تصورات کو سمجھنا ہو گا۔قرض کے تحت کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا اثاثہ اسطرح منتقل کرتا ہے کہ مقروض طے شدہ مدت تک اس سے استفادہ کرتا ہے۔اس مدت کے بعد وہی یا اس طرح کی چیز اُسے واپس کرنا ہوتی ہے۔ قرض دینے والا اس مدت کے لیئے ملکیت بھی منتقل کرتا ہے مگر اس خدمت پر وہ کوئی معاوضہ نہیں لے سکتا کیونکہ یہی ربا ہے جسے قرآن و حدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے قرض دینے کو ایک احسان اور نیکی کا کام کہا گیا ہے۔ بیع میں متعلقہ سامان مستقل طور پر خریدار کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اُدھار بیع کی صورت میں ایک متعین قیمت واجب الادا ہوتی ہے جو کہ دَین کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اسلیئے اس طے شدہ قیمت پر بھی بائع کی طرف سے لیا جانے والا کوئی اضافہ ربا میں شامل ہوتا ہے۔

عرب کے سودخوروں کا ربوا کو جائز سمجھنے کے لیئے استدلال یہی تھا کہ وہ اُدھار پر اشیاء فروخت کرتے ہوئے کوئی بھی قیمت مقرر کر سکتے ہیں جس کا اُس وقت کی نقد قیمت کے مساوی ہونا لازمی نہیں تو اُس صورت میں جب خریدار مقررہ وقت پر قیمت کی ادائیگی نہ کرے تو وہ قیمت میں مزید اضافہ کیوں نہیں کر سکتے۔قرآن پاک نے ان کے استدلال کو اسطرح بیان کیا ہے 'ذلك بانهم قالوا انما البيع مثلُ الربو' ان کی یہ حالت اس لیئے ہے کہ وہ کہتے ہیں بیع بھی تو ربوا جیسی ہی ہے۔یعنی جس طرح وہ (ادھار) بیع کی صورت میں زیادہ قیمت وصول کر سکتے ہیں اسطرح قیمت کی ادائیگی نہ ہونے پر اُس میں اضافہ کیوں نہیں کر سکتے جبکہ یہ دونوں اضافے ایک جیسے ہیں۔ اُن کے اس استدلال کے بارے میں تفاسیر سے رجوع کیا جا سکتا ہے * اللہ پاک نے جواباً فرمایا: احل الله البيع و حرم الربوا' یعنی معاہدہ فروخت کے وقت تو ادائیگی کی مدت کو مدّنظر رکھ کر

---

*ابن ابی حاتم: تفسیر القران العظیم' مکہ المکرّمہ ۱۹۹۷' رقم ۹۲ ،۲۸۹۱' ج ۲ ـ صفحہ ۴۴۵'

الطّبری: جامع البیان' دارلمنار' ج ٦ ـ صفحہ ٨

السیوطی' جلال الدین: لُباب النقول' بیروت ۲۰۰۳' رقم ۱۴۲۳

قیمت مقرر کی جا سکتی ہے مگر ایک دفعہ تعین ہونے کے بعد قیمت نہیں بڑھائی جا سکتی۔ کیونکہ وہ دَین بن جاتا ہے اور قرض یا دَین پر کوئی بھی اضافہ ربوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

اجارہ میں متعلقہ اثاثہ کرائے پر دینے والے (مؤجر) کی ملکیت میں رہتا ہے اور وہی ملکیت کے نفع ونقصان کا مالک یا ذمہ دار ہوتا ہے۔ مستأجر اُس اثاثہ سے استفادہ کرنے کیلئے ضروری اخراجات برداشت کرتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ قرض یا عاریہ (عاریہ میں ادھار لی گئی وہی چیز استعمال کے بعد واپس کرنا ہوتی ہے جبکہ قرض میں وہ چیز تو استعمال ہو جاتی ہے مگر اس چیز کی دوسری اکائی بغیر کسی اضافہ کے واپس کرنا ہوتی ہے) کسی بھی قدر رکھنے والی چیز کی شکل میں دیا جا سکتا ہے جبکہ اجارہ صرف ایسی اشیاء کا جائز ہے جو استفادہ کی خاطر استعمال سے خود معدوم نہیں ہو جاتیں چنانچہ اشیائے خوردونوش، گاڑیوں کا پیٹرول اور ایسی اشیاء جو استعمال کے دوران اپنا وجود ختم کر لیتی ہیں ان کو کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح کوئی شخص روپے پیسے کو کرایہ پر دے کر اس پر متعین کرایہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ اس سے ہونے والے ممکنہ کاروباری نقصان کی ذمہ داری لے تو اس کے منافع میں حصہ لے سکتا ہے۔ ایسے وسائل جو پیدائشِ دولت کے عمل میں اپنی وضع قائم رکھتے ہیں جیسے زرعی زمین، گھر، مشینری وغیرہ، ان کو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے۔

اسلام نہ تو اسراف وتبذیر کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی دولت کے اکتناز کو۔ اس کے لئے وہ انٹرسٹ کے عدم جواز کے ساتھ ساتھ زائد از ضرورت دولت پر ڈھائی فیصد زکوۃ عائد کرتا ہے۔ ڈھائی فیصد Carrying cost کے ہوتے ہوئے اگر دولت کو پورا رکھنا یا بڑھانا مقصود ہو تو اُسے اشیا و خدمات کی پیدائش کے عمل میں لگانا ہوگا۔ اور پھر اس کے نفع یا نقصان دونوں میں حصہ دار بننا ہوگا۔

انٹرسٹ کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا دوسرا اہم عنصر بے محابہ تخلیق زر اور تخلیق اعتبار (Credit creation) کا ہے جو وسائل کی غیر عادلانہ تقسیم اور ارتکازِ دولت کا ایک بڑا سبب ہے بالخصوص ڈالر جیسی ریز و کرنسیوں کی بڑے پیمانے پر تخلیق عالمی معاشی و مالیاتی نظاموں کیلئے ایک زبردست خطرہ ہے۔ ضروری ہے کہ تخلیق زر کے عمل کو اشیاء وخدمات کی فراہمی کے ساتھ باقاعدہ طور پر منسلک کرنا اسلامی مالیاتی و مالکاری نظام کا ایک اہم جزو ہے۔ اگرچہ اسلامی مالکاری کے ماہرین مختلف پیداواری مراحل کو ممکن بنانے کے لئے معقول حد تک تخلیق زر کی اجازت دیتے ہیں۔ محدود تخلیق زر کا اسلام کا یہ اصول پوری دنیا کی معیشت کی لیئے بہتر اور مستحکم مستقبل کا ضامن ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے وہ خطرات ٹل جائیں گے جو زر کی عالمی منڈیوں میں کھربوں ڈالر کے غیر حقیقی اثاثہ جات کے لین دین کی وجہ سے پوری دنیا کو بالعموم اور ترقی پذیر ممالک کو بالخصوص لاحق ہیں۔

اس طرح دولت یعنی روپے پیسے سے نفع حاصل کرنے کی درج ذیل جائز صورتیں سامنے آتی ہیں۔ اولاً، اس سے خود

کوئی کاروبار کرنا جس سے کوئی شخص Value addition یعنی اضافۂ قدر کے عمل کی بنا پر منافع کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ یہ اضافۂ قدر تجارت، صنعت، کرایہ داری وغیرہ کے طریقوں سے ممکن ہوتا ہے۔ ثانیاً، شراکت کی بنیاد پر کاروبار جس میں شراکت دار اپنی اپنی Value addition کے تناسب سے نفع میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ یہ پیداواری عمل نفع یا نقصان دونوں پر منتج ہوسکتا ہے۔ اس اصول کو ہی اسلامی بینکاری و مالکاری کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

ان خطوط پر اسلامی بینکاری کی جو صورتحال تھیوری اور پریکٹس ہر دو اعتبار سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کے مطابق بینک تجارت، کرایہ داری یا شراکت کی بنیاد پر کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ بطور ایجنٹ یا وکیل کے بہت سی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔ البتہ ان کو وہ شرائط پوری کرنا ہوں گی جو مختلف نوعیت کے کاروبار کے لئے شریعت نے متعین کی ہیں۔

فقہاء اور علماً کی اکثریت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی چیز کی ادھار قیمت اس کی نقد قیمت سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ حاشیہ میں دی گئی تفسیروں میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۵ کی تفسیر کے ذیل میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ نزول قرآن کے وقت تجارت میں قیمت کا یہ فرق رکھا جاتا تھا۔ جب ربا کو حرام قرار دیا گیا تو کاروباری لوگوں نے اعتراض کیا کہ جب ہم ادھار کی تجارت میں زیادہ قیمت وصول کرسکتے ہیں تو ایک دفعہ طے شدہ مؤجل قیمت پر مزید اضافہ کرکے یا مال و دولت، سونے چاندی یا نقدی کو ادھار دے کر کیوں نہیں۔ مگر اللہ نے تجارت کے نفع کو تو جائز مگر قرض پر اضافے کو حرام قرار دیا۔ ادھار تجارت میں طے شدہ قیمت پر اضافہ بھی ربا قرار دیا گیا۔

اشیاء کی نقد اور ادھار قیمتوں میں فرق کے جواز سے استدلال کرتے ہوئے اسلامی مالیات کے ماہرین نے زرکی قدرِ وقت کے نظریہ کو ایک مخصوص صورت میں اور چند شرائط کے ساتھ بیع کے معاہدات کی حد تک تسلیم کیا ہے یعنی قیمت کا تعین کرتے ہوئے اُس مدت کا لحاظ رکھا جاسکتا ہے جو فروخت کنندہ فریق ثانی کو ادائیگی کے لئے دیتا ہے۔ اس طرح تجارت میں منافع اور اجارہ میں کرایہ کو معاہدے میں طے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ۱۰۰۰ روپے کے قرض کی قدر ۱۰۰۰ روپے ہی رہے گی۔ قرض دینے والا ایک نیکی کے طور پر مقروض کی مدد کرتا ہے اور اس نیکی کے عوض کوئی رقم بطور معاوضہ نہیں لے سکتا۔ مگر ادھار کی بیع اور اجارہ میں قیمت اور کرایہ کا تعین کرتے وقت اُس مدت کو مدنظر رکھا جاسکتا ہے جو اُدھار ادائیگی اور کرائے کیلئے متعین کی جارہی ہے۔ اس سے اسلامی مالیات کے تحت مرکزی بینک کو Reference Rate یا Bench Mark کا اہم انسٹرومنٹ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ نہ صرف بینکاری نظام میں بچت کنندگان کے سرمایہ میں خرد برد روکنے کا اہتمام کرسکتا ہے بلکہ اس سے زری پالیسی کو ملکی مفادات سے ہم آہنگ کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ پاکستان میں اس کی ترویج کس نہج پر اور کیسے کی جائے۔ انٹرسٹ چونکہ موجودہ معاشیات میں رَچ بس چکا ہے، اس لئے اس کے بغیر مالیاتی نظام کے قیام کے لئے بھرپور تیاری اور پلاننگ کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے

میں درپیش مشکلات و مسائل کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ سب سے اہم مسئلہ ایسے سازگار حالات اور ماحول کی فراہمی ہے جس میں اسلامی بینکاری پر کماحقہٗ عمل درآمد ممکن ہو۔ اس کے لئے اسلامی مالکاری کے بارے میں معلومات کو عام کرنے کے علاوہ قانونی، محصولاتی اور بینکاری کے ڈھانچے میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ہمیں اچھی اخلاقی قدروں اور بہتر نظم ونسق کو فروغ دینا ہوگا۔

مطلوبہ تبدیلیوں کا مختصر احاطہ کچھ اسی طرح ہے۔ قانونی اعتبار سے ضروری ہے کہ بینکاری کے قانون میں ایسی ترامیم کی جائیں جن سے اسلامی بینکاری کا کاروبار اُس کی اصل روح کے اعتبار سے ممکن ہو۔ بینک واقعتاً تجارت اور کاروبار میں حصہ لیں تاکہ معاشی استحکام، بہتر تقسیم آمدن اور غربت میں کمی کے مقاصد کو پورا کیا جا سکے۔ گزشتہ دہائیوں میں معاشی اور بینکاری نظام میں سیاسی عمل دخل سے جہاں اور بہت سی خرابیوں نے جنم لیا وہاں قرضے لے کر ہڑپ کر جانا بھی ایک وطیرے کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اسکے لیئے عدالتی نظام کو اس طرح فعال بنانے کی ضرورت ہے کہ نادہندگی کی صورت میں بینکوں کے پاس رکھی گئی ضمانتی اشیاء کو مختصر عدالتی عمل کے ذریعے بینکوں کے حوالے کیا جا سکے تاکہ عوام الناس کی بچتوں کو نقصان سے بچایا جا سکے۔ علاوہ ازیں، چونکہ اب تقریباً تمام بینک نجی شعبے کے زیرِانتظام ہیں اسلیئے بینکاری قواعد کو اس طرح لاگو کیا جائے کہ بینکوں کے شیئر ہولڈرز اور امانت داروں میں سے کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو۔

محصولاتی لحاظ سے انکم ٹیکس کے موجودہ نظام میں ایسی تبدیلیوں کی ضرورت ہے کہ تجارت اور کاروبار سے منسلک لوگ اپنی اصل آمدن ظاہر کریں۔ اسکے لیئے خاص طور پر کارپوریٹ شعبے کے لیئے ٹیکس اُن کے انتظامی اخراجات پر عائد کیا جائے تاکہ غیر ضروری اخراجات سے آمدن کو کم سے کم دکھانے کے عمل کی حوصلہ شکنی کی جا سکے۔ آمدن پر ٹیکس کی شرح گھٹا دی جائے۔ مزید برآں، اسلامی طریقۂ و مالکاری کے مطابق بینک جن اشیاء کی خرید وفروخت کریں اُن پر دوہرے ٹیکس (سیلز ٹیکس اور جنرل سیلز ٹیکس) کا خاتمہ کیا جائے۔ موجودہ مالی سال کے بجٹ میں وفاقی حکومت نے دوہرے ٹیکس کو ختم کرنے کے لیئے کچھ اعلان کیا ہے مگر اُس کی تفصیلات ابھی سامنے نہیں آئیں۔

بہتر نظم ونسق کے لئے ملک کے مرکزی بینک نے پہلے ہی کئی ایک اقدامات کیئے ہیں۔ اس سلسلے میں بینکاری کے حوالے سے اس امر کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ بینک اپنا کاروبار خالصتاً اسلامی اصولوں کے مطابق کریں۔

عوام الناس کے سمجھنے کے لئے سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بچتوں پر کوئی بھی حاصل حرام ہے یا مختلف مقاصد کے لئے لوگوں کو مفت میں روپیہ ملے گا۔ طلب و رسد کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق بطور نظام یہ تو کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ بینک کاروباری ادارے ہیں اور بینکوں میں رقوم جمع کروانے والے بالعموم غریب اور متوسط طبقے کے لوگ اور ان کو استعمال کرنے والے صنعتکار اور کاروباری لوگ ہوتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صنعتکار اور کاروباری لوگ اپنے منافع کا نسبتاً زیادہ حصہ بینکوں کو ادا کریں تاکہ بچت کنندگان عوام الناس، پینشنرز اور دیگر کم وسائل والے لوگوں کو ان کا جائز حصہ

دیا جا سکے۔

فنڈ مینجمنٹ کے میدان میں بینک کئی طرح کے اسلامی فنڈ قائم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سرمایہ کاری اسکیموں کے طور پر انفرادی اور اجتماعی اقسام کے سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں، جن کے تحت سرمایہ کا حصول مضاربہ کے اصولوں پر اور مالکاری کے لئے اس کا استعمال، مشارکہ، مرابحہ، اجارہ، سلم اور استصناع جیسے Modes کی بنیاد پر کریں۔ ڈپازٹ ہولڈرز کے لئے متوقع نفع کا انحصار اُن کے بزنس رسک کے برداشت کر سکنے کی صلاحیت پر ہوگا۔ بینک ایسے لوگوں کی رقوم جو کاروباری رسک کے متحمل نہیں ہو سکتے، مرابحہ، لیزنگ اور دیگر ایسے طریقوں کے تحت لگائیں گے جہاں متوقع منافع میں تبدیلی کم سے کم ہوتی ہے۔ رسک کم ہونے کی وجہ سے منافع کی شرح نسبتاً کم ہوگی۔ زیادہ کاروباری رسک کے متحمل گاہکوں کا پیسہ نفع رنقصان میں شراکت کی بنیاد پر لگایا جائے گا۔ رسک زیادہ ہونے کے اعتبار سے ان کا متوقع منافع بھی نسبتاً زیادہ ہوگا۔ البتہ کبھی کبھار تھوڑے بہت نقصان کا بھی احتمال ہوگا۔ یہ رسک برداشت کرنا ہی شراکت کی بنیاد ہے۔

لیکن یہ سب کچھ کرنے کے لئے مذکورہ بالا' محصولاتی اور انتظامی ڈھانچے میں تبدیلیوں کے علاوہ علماء' عدالتوں سے منسلک لوگوں' عوام، بینکاروں اور ریگولیٹرز کی اسلامی مالکاری نظام سے متعلق واقفیت وتربیت ناگزیر ہے۔ اس کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

پاکستان میں اسلامی بینکاری کی موجودہ صورتحال

پاکستان میں مالیاتی و بینکاری نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیئے اپنائی گئی پالیسیوں اور اقدامات کی تاریخ بہت طویل ہے جو کہ ایک علیحدہ مضمون کی متقاضی ہے۔ قائداعظم علیہ رحمۃ کے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاحی خطاب سے لے کر اس سلسلے میں ہونے والی عدالتی کارروائیوں اور حالیہ سالوں میں اٹھائے گئے اقدامات بہت تفصیل طلب ہیں۔ تاہم فی الحال ہم صرف اُن اقدامات پر اکتفا کریں گے جو ۲۰۰۱ اور اُس کے بعد کیئے گئے ہیں۔

اعلیٰ سطح پر حکومتی فیصلے کے تحت اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ایک سہ جہتی حکمتِ عملی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت ملک میں اسلامی بینکاری روایتی بینکاری کے ساتھ ساتھ نافذ کی جائے گی۔ اسٹیٹ بینک سے مکمل اسلامی بینکوں یا روایتی بینکوں کے اسلامی بینکاری کے لیئے ذیلی اداروں (Subsidiaries) یا اُن کی برانچوں کے لیئے لائسنس لیا جا سکتا ہے۔ ایسے اداروں میں شریعہ ایڈوائزر کی تعیناتی لازمی قرار دی گئی ہے تا کہ اُن کے کاروبار کی اسلامی اصولوں سے مطابقت کو یقینی بنایا جا سکے۔

اسٹیٹ بینک میں ایک مکمل اسلامک بینکنگ ڈیپارٹمنٹ اور شریعہ بورڈ کا قیام اسلامی بینکاری کی پیش رفت کے سلسلے میں اہم قدم ہیں۔ شریعہ بورڈ کے فرائض میں اسلامی بینکاری کے سلسلے میں اسٹیٹ بینک کی رہنمائی اور اسلامی بینکوں کے کاروبار کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے لیئے اقدامات اور طریقے تجویز کرنا ہیں۔

شریعہ بورڈ نے اسلامی مالکاری کے تمام بڑے طریقوں کے لوازمات (Essentials) اور اُن کے جو ماڈل معاہدات منظور کیئے' اسٹیٹ بینک نے انہیں اپنی ویب سائٹ پر لگایا اور اُن پر علماء' بینکاروں' معاشیات و مالیات کے ماہرین اورعوام الناس سے رائے اورتجاویز طلب کیں۔ بہت سارے لوگوں اوراداروں نے اپنی تجاویز دیں۔ شریعہ بورڈ آجکل ان تجاویز پرغورکررہاہے۔ شریعہ بورڈ کی منظوری کے بعدان لوازمات اور ماڈل ایگریمنٹس کو ملک میں اسلامی بینکاری کی ریگولیشن میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔اس سلسلے میں ایک اوراہم بات یہ ہے کہ اب اسٹیٹ بینک اسلامی بینکوں کا شریعہ آڈٹ بھی کرے گا۔ایک مصروف مشاورتی فرم کے تعاون سے شریعہ آڈٹ مینوئل تیار کیا گیا ہے جس کی روشنی میں اسلامی بنکوں کا شریعہ آڈٹ شروع کردیا گیا ہے۔ان اقدامات سے توقع ہے کہ اسلامی بینکوں کے کاروبار میں وہ خرابیاں شامل نہیں ہوں گی جواسّی کی دہائی میں غیرسودی بینکوں کے ایسے آڈٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے وہ عوام کا اعتماد کھو بیٹھے۔

اگست ۲۰۰۴ تک اسٹیٹ بینک کی طرف سے مجاز یعنی لائسنس یافتہ اسلامی بنکاری اداروں میں ایک مکمل اسلامی بینک اور چودہ اسلامی بینک برانچیں کام کررہی ہیں میزان بینک کے علاوہ اسلامی بینکاری میں کام کرنے والے بینکوں میں اس وقت ایم سی بی' حبیب بینک اے جی زیورخ' بینک الحبیب' بینک الفلاح اوراسٹینڈرڈ چارٹرڈ بینک شامل ہیں۔ البرکتہ بینک کوبھی اسٹیٹ بینک کی طرف سے اسلامی بینکاری کالائسنس جاری کردیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ کئی بینکوں کواصولی اجازت یااین اوسی جاری ہوچکا ہے اوروہ باقاعدہ کاروبار کی تیاری میں مصروف ہیں۔اسطرح تمام بڑے بینک جن میں ایچ بی ایل' یو بی ایل' نیشنل بینک' عسکری بینک' بینک آف پنجاب' یونین بینک' سٹی بینک' اے بی این امرو بینک وغیرہ شامل ہیں' اسلامی بینکاری کے کاروبار میں آنے کی تیاری کررہے ہیں۔ چند نئے گروپ مکمل اسلامی بینک بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اورانکی درخواستیں اسٹیٹ بینک کے پاس کاروائی کے لیئے موجود ہیں۔توقع ہے کہ انشاءاللہ اگلے ایک دو سالوں میں اسلامی بینکاری کی ایک بڑی مارکیٹ پاکستان میں وجود میں آجائے گی۔

اختتام سے قبل اس بات کا تذکرہ ناگزیر ہے کہ اسلامی مالکاری کے نظام کا عملی نفاذ ایک ہمہ جہت کام ہے جس کے لئے کوئی ایک ادارہ ،ایک شخص یا چند افراد کا کوئی گروپ کافی نہیں ہے۔متعلقہ اداروں کی رہنمائی میں من حیث المجموع پوری قوم کو کام کرنا ہوگا۔ بالخصوص علماءاور بینکاروں کواس سلسلے میں اہم کردارادا کرنا ہے۔

وماتوفیقی الاباللہ۔